محمد شہباز
لیکچرار اردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، سول لائنز، لاہور

ناول ''کئی چاند تھے سرِ آسمان'' پر غالب کے اثرات

THE EFFECT OF GHALIB ON THE NOVEL "KAI CHAND THAY SAR-E-AASMAN"

Abstract

"Kai Chand Thay Sar-e-Aasman" is prominent among the group of novels which have created a separate niche for their unique mode of narration and new vistas of artistically philosophical content and thus will continue to inspire literary debate. Shamsur Rahman Faruqi has used Persian and Urdu poetry to make it dazzling and engrossing. Verses of Ghalib, a unique genius, have been used to embellish the novel's narration. This has added more grace and charm to the novel. In the present article, this scribe has looked into the philosophical impact of Ghalib's poetry which leaves impact on the novel, both in terms of poetry and prose.

ادبیاتِ اُردو میں مرزا غالب کی شخصیت اور شاعری دراصل ''ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما'' کے مصداق ایسی ہمہ گیر اور ٹھوس حقیقتیں ہیں، جن کا انکار یا رد کسی بھی سطح پر ممکن نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا موصوف کی شاعری اور شخصیت دونوں پہلوؤں نے کم و بیش اُردو ادب کے تمام لکھاریوں کو کسی نہ کسی صورت میں متاثر ضرور کیا ہے۔ مرزا کے کلام کا تاثر تو اپنی جگہ پر مسلم، لیکن اُن کی تاریخی و ادبی شخصیت اپنے دامن میں ایسے کئی آفتاب لیے ہوئے ہے، جن کی روشنی سے اکیسویں صدی کے تخلیق کار بھی مستفید ہو رہے ہیں۔ اِس ضمن میں شمس الرحمن فاروقی کے ناول ''کئی چاند تھے سرِ آسماں'' کی مثال پیش کی جاسکتی ہے، جس میں مرزا کی شاعری کے ساتھ ساتھ اُن کی شخصیت کو بھی کمال ژرف نگاہی اور باریک بینی سے پیش کیا گیا ہے۔ فی الاصل شمس الرحمن فاروقی نے مرزا غالب کی شاعری اور شخصیت دونوں جہات کو اِس ناول میں سمو کر کہانی کے واقعات کو گل و گلزار بنا دیا ہے۔ مرزا غالب کا حلیہ بیان کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

> ''مرزا صاحب کا قد نہایت بلند و بالا، پیشانی اونچی، آنکھیں روشن اور متبسم، سینہ فراخ، کلایاں چوڑی، اور گردن بلند تھی۔ ان کی رفتار تمکنت و اعتماد سے بھری ہوئی لیکن

عجب یا نخوت سے بیگانہ تھی۔ نہایت گوراسنہرا رنگ، جسے میدہ شہاب کہیں تو غلط نہ ہو گا۔ چہرہ داڑھی سے بے نیاز، لیکن بڑی بڑی خوبصورت نوکدار مونچھیں تورانی وضع کی، گھنی بھوئیں، لمبی پلکیں، نازک نازک ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم،ان چیزوں نے مل کر ان کے چہرے کو اس قدر دیدہ زیب بنادیا تھا کہ دیکھتے رہیئے۔''(۱)

اِس ناول کاایک دل چسپ پہلو یہ بھی ہے کہ مرزانوشہ اِس ناول میں ایک غیبی فرشتے یااوتار کی صورت میں وارد ہوتے ہیں۔ بلاشبہ مرزاغالبؔ اور ولیم فریزر کے درمیان بڑے دیرینہ اور مہرآمیز مراسم تھے، لیکن جس احترام واشتیاق سے ولیم فریزر کے ہاں اُن کا خیر مقدم کیا گیا،اُس کی نظیر احاطۂ بیان سے باہر ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

''ولیم فریزر بے توقف مڑ کر کمرے کے باہر گیااور معاًنواب مرزااسداللہ خان غالب کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے واپس آیا۔ ہر طرف سے ''تسلیمات!''،''جناب نواب صاحب بندگی!''،''ادھر تشریف لائیں''،''بڑاانتظار دکھایا''، کی آوازیں بلند ہوئیں۔''(۲)

قابلِ غورامر یہ ہے کہ ولیم فریزر نے مرزاغالبؔ کاتذکرہ انتہائی محبت اور خلوص کے ساتھ کیا ہے،یہی وجہ ہے کہ ولیم فریزر کی طرف سے مشاعرے میں شرکت کے لیے وزیر خانم کو لکھے گئے مکتوب سے مترشح ہوتا ہے کہ فرنگی بھی مرزاغالبؔ کی شاعری اور مقام و مرتبے سے بہ خوبی واقف تھے۔ ولیم فریزراسی لیے مذکورہ خط میں مرزاغالبؔ کو مرکزی شخصیت (مہمانِ خصوصی)قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بعد دعاے افزونی دولت حسن و دوام اقبال وزیر خانم سلمہا ملاحظہ فرمائیں کہ اگلے پنج شنبہ کی شام کو بعد مغرب نواب ولیم فریزر صاحب ریزیڈنٹ دولت کمپنی بہادر دام ظلہم و مدت فیوضہم کی ڈیوڑھی عالیہ واقع پہاڑی،شہر دہلی پر ایک محفل شعر و سخن قرار دی گئی ہے۔ نواب مرزااسداللہ خان صاحب المتخلص بہ غالب والملقب بہ میرزانوشہ تازہ کلام سے سرفراز فرمائیں گے۔''(۳)

شمس الرحمٰن فاروقی صاحب نے مرزاغالبؔ کاکردار اُسی طرح مصور کیا ہے، جس طرح وہ حقیقی دنیا میں زندگی بسر کیا کرتے تھے،یعنی مہمان نوازی،فراخ دلی،موقع شناسی،خودداری،خودبینی،رکھ رکھاؤ،علمی و ادبی گفتگو،شعر خوانی،داد وصول کرنے کا طریقہ،اندازِ تخاطب اوراُن کی ظریفانہ طبیعت کو مصنف نے بڑی عمدگی اور نفاست سے سپردِ قلم کیا ہے۔ بالخصوص مرزاکی رند مشربی کا بیان خوب مزا کرتا ہے:

''نواب صاحب،بسم اللہ۔''ولیم فریزر نے مسکرا کر مرزاغالب سے کہا۔ مرزا صاحب بھی مسکرائے،اپنے ہاتھ سے بوتل کھولی اور کہا:

''منھ میں پانی تو بھرآرہا ہے، لیکن اسے چندے کھلا چھوڑتا ہوں کہ ہوا خوردہ ہو جائے۔ ہر چند کہ ہوا خوردہ اس شراب کو کہتے ہیں جسے رطوبت ہوا نے خراب کر دیا ہو، لیکن یہ شرابیں ایسی ہیں کہ سانس لینے کا تقاضا کرتی ہیں۔''(۴)

مصنف نے مرزا غالبؔ اور شمس الدین احمد خان کے مابین مخاصمت کو بھی انتہائی فطری انداز میں پیش کیا ہے۔ ولیم فریزر اور نواب شمس الدین احمد خان کے درمیان، جو تلخی و دُوری آگئی تھی، مرزا غالبؔ نے اپنی پنشن کے حصول کے لیے اُس سے خوب فائدہ اُٹھایا۔ مختلف امور کی بنا پر مرزا غالبؔ اور شمس الدین احمد خان کے دل میں ایک دوسرے کے لیے شدید غبار تھا۔ اِس رقابت کے پس پردہ اصل واقعہ کچھ یوں ہے کہ انگریزوں کی ہدایت پر نواب احمد بخش خان نے مرزا غالبؔ کے لیے اپنی ریاست سے پانچ ہزار روپے سالانہ وظیفہ مقرر کیا تھا۔ مرزا غالبؔ کو اول تو اس وظیفے کے قلیل ہونے کا شکوہ تھا، ثانیاً نواب احمد بخش خان نے خواجہ حاجی نامی ایک مرد مجہول کو دو ہزار روپے سالانہ کا شراکت دار بنادیا تھا۔ مرزا غالبؔ کے نزدیک یہ تقسیم سراسر غیر منصفانہ تھی، کیوں کہ خواجہ حاجی کا مرزا غالبؔ کے باپ یا چچا نصراللہ بیگ سے کوئی نسبی تعلق نہ تھا۔ مرزا غالبؔ نے اس معاملے میں کلکتے جا کر مرافعہ کیا اور اپنے عرضی دعویٰ میں شمس الدین احمد خان کے خلاف بھی بہت کچھ کوائف درج کیے، لیکن ہزار ہا کوششوں کے باوجود مرزا غالبؔ کا مرافعہ خارج ہو گیا۔ اِس وجہ سے شمس الدین احمد خان کے دل میں مرزا غالبؔ کی طرف سے گرہ پڑ گئی، جو کبھی کھل نہ سکی۔

مرزا غالبؔ کو نواب شمس الدین احمد خان سے جو عداوت تھی، اُس کی وجہ صاف ہے کہ وظیفہ کی وجہ سے مرزا غالبؔ نواب شمس الدین احمد خان کو جگہ جگہ ہدفِ تنقید بناتے تھے، مگر حقیقت یہ ہے کہ مرزا غالبؔ بد سے بدنام زیادہ تھے:

''شمس الدین احمد خان سے میرزا غالب کی ناخوشی اس حد تک مشہور تھی کہ شہر کے بازاروں میں لوگ مرزا نوشہ کو، نہ کہ فتح اللہ بیگ کو مخبر ٹھہراتے تھے۔ یہ بات اس قدر پھیلی کہ میرزا غالب نے کئی خطوط میں اپنی برأت کا اظہار کیا اور دعویٰ کیا کہ مخبری تو ساری فتح اللہ بیگ خان نے کی تھی، میں تو صرف پریسکاٹ سے میل جول رکھنے کا گنہگار ہوں۔''(۵)

ایک اور مثال ملاحظہ کیجیے:

''لیکن میرزا غالب نے شمس الدین احمد خان کے خلاف عملاً کچھ کیا ہو یا نہ کیا ہو (اغلب یہی ہے کہ کچھ نہیں کیا، بجز اس کے کہ قدم قدم پر شمس الدین احمد سے اپنی نفرت کا اظہار کیا) لیکن اہلِ دہلی کی نظر میں دہلی کے سب سے بڑے شاعر اور سربرآوردہ رئیس زادے کے

دامن پر کچھ مشکوک چھینٹیں ضرور پڑی رہ گئیں۔"(٦)

وزیر خانم بھی مرزا غالب کو اپنے نام نہاد شوہر (شمس الدین احمد خان) کے قاتلوں میں شمار کرتی تھی، جب کہ داغ کا ایسا خیال نہیں تھا اور یہ درست بھی ہے کہ مرزا غالب نے نواب مرزا داغ سے ہمیشہ مشفقانہ رویہ ہی اختیار کیا۔اِس ضمن میں شمس الرحمٰن فاروقی نے مرزا داغ سے پہلی ملاقات کے موقع پر مرزا غالب کا رویہ بڑے دل کش انداز میں بیان کیا ہے:

"اماں تم ہی نواب مرزا ہو، بھائی شمس الدین احمد کے بیٹے۔آؤ آؤ میں تو تمھیں ہی ڈھونڈ رہا تھا۔"انھوں نے نواب مرزا کا گال تھپتھپایا اور اسے اندر آجانے کا اشارہ کرتے ہوئے قمر الدین راقم کے کان ہلکے سے پکڑ کر کہا، "اندر آجا بیٹے، آرام سے پھسکڑا مار کر بیٹھ۔"(٧)

بہ طور کردار مرزا غالب کا وجود تو اِس ناول کے لیے ناگزیر تھا ہی، لیکن مصنف نے جس مہارت سے کلام غالب کو ناول کی عبارت میں پیوست کیا ہے، وہ حد سے سوا تحسین کا متقاضی ہے۔پورے ناول کے مکالموں اور بیانیہ عبارتوں میں مرزا کے اشعار و تراکیب ناول کے داخلی و خارجی وجود میں رنگ و نور بھرنے کے لیے قوسِ قزح کا کام کرتے ہیں۔راقم نے غالب کے انھی اثرات کا جائزہ پیش کرتے ہوئے غالب کے اُن تمام اشعار کے مآخذ پیش کرنے کی سعی کی ہے، جو اِس ناول کا وقار بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور یہی اشعار اِس ناول پر اثراتِ غالب کا منہ بولتا ثبوت ہیں:

ے ہوں، بہ وحشت ، انتظار آوارۂ دشتِ خیال (ص١٦٥)(٨)
اک سفیدی مارتی ہے دور ، سے چشمِ غزال (٩)

ے اُس جفا پیشہ پہ عاشق ہوں جو سمجھے ہے ، اسد (ص١٦٥)
خون صوفی کو مباح اور مال سنی کو حلال (١٠)

ے ہے دورِ قدح، وجہِ پریشانیِ صہبا (ص٢٤٢)
یک بار لگا دو خُمِ مے، میرے لبوں سے (١١)

ے زکواۃ حسن دے، اے جلوۂ بینش ، کہ مہر آسا (ص٣٠٨)
چراغِ خانۂ درویش ہو، کاسہ گدائی کا (١٢)

ے ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے ، اگر (ص٤١٠)
موجِ ہستی کو کرے ، موجِ ہوا موجِ شراب (١٣)

ـ ایک عالم پہ ہیں طوفانیِ کیفیتِ فصل
موجۂ سبزۂ نو خیز سے تا موجِ شراب (۱۴)

ـ خوشی ہے یہ آنے، کی برسات کے (ص۵۳۳)(۱۵)
پئیں بادۂ ناب اور آم کھائیں (۱۶)

ـ سر آغازِ موسم میں، اندھے ہیں ہم (ص۵۳۳)
کہ دلی کو چھوڑیں، لوہارو کو جائیں (۱۷)

ـ سوا ناج کے، جو ہے مقلوبِ جاں (ص۵۳۳)
نہ واں آم پائیں، نہ انگور پائیں (۱۸)

ـ ہوا حکم باورچیوں کو، کہ ہاں (ص۵۳۳)
ابھی جا کے پوچھو، کہ کل کیا پکائیں (۱۹)

ـ وہ کھٹے، کہاں پائیں، اِملی کے پھول (ص۵۳۳)
وہ کڑوے کریلے، کہاں سے منگائیں (۲۰)

ـ فقط گوشت، سو بھیڑ کا ریشے دار (ص۵۳۳)
کہو، اُس کو ، کیا ، کھا کے ہم ، حظ اٹھائیں؟ (۲۱)

ـ قاصد کے آتے آتے، خط اک اور لکھ رکھوں (ص۲۰۷)
میں جانتا ہوں، جو وہ لکھیں گے جواب میں (۲۲)

ـ بہ گونہ می نہ پذیرد زہم دگر تفریق (ص۲۴۱)
تجلی تو بہ دل ہم چومے بہ جام عقیق (۲۳)

ـ ترا بہ پہلوے میخانہ جا دہم غالب (ص۲۴۲)
بہ شرط آں کہ قناعت کنی بہ بوے رحیق (۲۴)

ـ بیا و جوش تمناے دیدنم بنگر (ص۲۴۵)
چو اشک از سر مژگاں چکیدنم بنگر (۲۵)

ـــ زمن به جرم تپیدن کناره می کردی (ص۲۴۶،۲۴۵)
بیا بخاک من و آرمیدنم بنگر (۲۶)

ـــ گذشته کار من از رشک غیر شرمت باد (ص۲۴۶)
به بزم وصل تو خود را نه دیدنم بنگر (۲۷)

ـــ شنیده ام که نه بنی و نا امید نیم (ص۲۴۶)
نه دیدن تو شنیدم شنیدنم بنگر (۲۸)

ـــ دمید دانه و بالید و آشیاں گه شد (ص۲۴۶)
در انتظار ہما دام چیدنم بنگر (۲۹)

ـــ نیاز مندی حسرت کشاں نمی دانی (ص۲۴۶)
نگاه من شو و دزدیده دیدنم بنگر (۳۰)

ـــ اگر ہوائے تماشائے گلستاں داری (ص۲۴۶)
بیا و عالم در خوں تپیدنم بنگر (۳۱)

ـــ جفائے شانہ کہ تارے گسستہ زاں سر زلف (ص۲۴۷)
زپشت دست به دنداں گزیدنم بنگر (۳۲)

ـــ بہار من شو و گل گل شگفتنم دریاب (ص۲۴۷)
به خلوتم بر و ساغر کشیدنم بنگر (۳۳)

ـــ به داد من نه رسیدی ز درد جاں دادم (ص۲۴۸)
به داد طرز تغافل رسیدنم بنگر (۳۴)

ـــ تواضعے نه کنم بے تواضعے غالب (ص۲۴۸)
به سایۂ خم تیغش خمیدنم بنگر (۳۵)

ـــ چوں دُرد ته پیاله باقیست ہنوز (ص۲۴۸)
نازم که بہار لاله باقیست ہنوز (۳۶)

ے در کیش توکل غم فردا کفر است (ص۲۴۹)
یک روزہ مئے دو سالہ باقیست ہنوز (۳۷)

ے غالب ستم نگر کہ چو ولیم فریزر ے (ص۴۶۱)
زیں ساں زچہرہ دستی اعدا شود ہلاک (۳۸)

مندرجہ بالا نقل کیے گئے اُردو فارسی اشعار کے ساتھ ساتھ فاروقی صاحب نے غالبؔ کے اکثر اشعار وتراکیب کو کمال ہنرمندی سے نثری پیرائے میں بھی سمونے کا جوہر دکھایا ہے۔راقم نے ایسے تمام اشعار کو تلاش کر کے نثری جملوں کے ساتھ ہی درج کر دیا ہے،تاکہ تفہیم کا عمل متاثر نہ ہو۔غالبؔ کے ایسے تمام اشعار کی تفصیل مع مآخذ پیش ہے:

''{اچھا یہ بات تو رہی جاتی ہے کہ آپ کا شوق کیا ہے،یہ شوق رقیب سروساماں تو نہیں جو بے وطن ہیں؟''(ص۲۸)(۳۹)

ے شوق، ہر رنگ، رقیبِ سروساماں نکلا
قیس، تصویر کے پردے میں بھی عُریاں نکلا (۴۰)

''جناب عالی،خود سے شرم کرنا تو ایک ادائے ناز ہے۔'' (ص۳۱)
''پردہ تو پردہ ہے،حیاہی کا سہی۔یہ بھی ایک ادائے ناز ہے۔'' (ص۲۷۱)

ے شرم اک ادائے ناز ہے، اپنے ہی سے سہی
ہیں کتنے بے حجاب کہ یوں ہیں حجاب میں (۴۱)

''میں نے بات کو ہنسی میں ٹالنے کی کوشش کی۔'' (ص۳۴)
''اسی لئے تو کہتے ہیں کہ بس دو بول پڑھوالو اور جو خدمت چاہے لے لو۔ذلیل بھی کرو تو وہ ہنسی میں ٹالے گی۔''(ص۱۸۱)

''ولیم فریزر نے مرزا غالب کو یاد دلایا،''دیکھئے ہمیں ہنسی میں نہ ٹالیے گا۔ابھی آپ کو دوسرا شعر سنانا باقی ہے۔''(ص۲۴۲)

ے دے وہ جس قدر ذلت ، ہم ہنسی میں ٹالیں گے
بارے، آشنا نکلا، اُن کا پاسباں، اپنا (۴۲)

''۔۔۔اور اسے میرے سامنے افشا کرنا انھیں بہت ناگوار تھا،لیکن افشا کیے بغیر بنتی بھی شاید نہ تھی۔''(ص۳۵)

؎ ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے ، بادہ و ساغر کہے بغیر (۴۳)

''میری نیک بخت بیوی کو اللہ نے اچانک یوں اٹھالیا جیسے مہر عالم تاب نوک خار سے شبنم کو چپ چاپ اٹھالیتا ہے۔''(ص ۵۵)

؎ پرتوِ خور سے ، ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
میں بھی ہوں ، ایک عنایت کی نظر ہوتے تک (۴۴)

''لیکن دیکھنے کو کچھ نہ تھا،اس معنی میں کہ اس دشت کربت و غربت میں راستہ نگہ دیدۂ تصویر سے زیادہ نہ تھا۔''(ص ۱۳۶)

؎ شوق اُس دشت میں دوڑائے ہے مجھ کو ، کہ جہاں
جادہ، غیر از نگہِ دیدۂ تصویر، نہیں (۴۵)

''اب جمیلہ نے ذرا تنک کر جواب دیا،''کوئی برتن ہو تو نکالئے ،اوک سے پینا تو آپ کو آتا نہیں۔''(ص ۱۴۶)

؎ پلا دے اوک سے ، ساقی ، جو ہم سے نفرت ہے
پیالہ گر نہیں دیتا ، نہ دے ، شراب تو دے (۴۶)

''دیدہ و دل فرش راہ، اندر تشریف لے چلیں۔''ولیم فریزر نے متانت سے کہا۔'' (ص ۲۲۸)

''وزیر نے جواباً کہلا دیا کہ ضرور تشریف لائیں بندی کے دیدہ و دل ابھی سے فرش راہ ہیں۔'' (ص ۲۵۷)

؎ حضرتِ ناصح گر آویں ، دیدہ و دل فرشِ راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھاویں گے کیا؟ (۴۷)

''مرزا صاحب نے مسکرا [کر] کہا۔'' ہمارے لیے تو ساقی فرنگ کے مے خانے سے یہی بہت ہے کہ درد تہ جام ہو اور آتش فشانی کا اذن عام ہو۔'' (ص ۲۳۶)

؎ کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے، ورنہ
ہے یوں کہ مجھے دُردِ تہِ جام بہت ہے (۴۸)

''لیکن سخن گوئی اور سخن فہمی دونوں ہی قید فرنگ ہیں،اور ان کی مشقت میں کچھ حاصل نہیں۔ عرض ہنر میں فائدہ خاک نہیں۔'' (ص ۲۳۶)

ے ہمارے شعر ہیں اب صرف دل لگی کے، اسدؔ
کھلا، کہ فائدہ عرضِ ہنر میں خاک نہیں (۴۹)

''میں تو اکثر سوچتا ہوں کہ سو پشت کا پاستانی پیشۂ آبا چھوڑ کر کچھ دانش مندی نہ کی۔'' (ص۲۳۶)

ے سو پشت سے ہے ، پیشۂ آبا سپہ گری
کچھ شاعری، ذریعۂ عزت نہیں مجھے (۵۰)

''مشفق من،آتی ہیں غیب سے یہی باتیں خیال میں۔'' (ص۲۳۹)

''لیکن پنڈت جی کی آواز میں قوت نامیہ کی گرمی اور نوائے سروش کی طہارت دونوں کے لہریئے ریشمی لچھے کا روپ دھار کر سارے کمرے، بلکہ سارے گھر میں بہ رہے تھے۔''(ص۲۸۵)

''وزیر خانم نے کچھ زچ ہو کر لیکن خوش مزاجی سے کہا۔''لسان الغیب سے تخلص مانگتے ہیں۔دیکھئے پردۂ غیب سے کیا ظہور کرتا ہے۔'' (ص۵۴۲)

ے آتے ہیں غیب سے، یہ مضامیں ، خیال میں
غالبؔ، صریرِ خامہ، نوائے سروش ہے (۵۱)

''وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر نواب کے پاس آیا اور وزیر خانم پر ایک نگاہ غلط انداز ڈال کر بولا۔'' (ص۲۴۳)

ے جان کر کیجیے تغافل، کہ کچھ اُمید بھی ہو
یہ نگاہِ غلط انداز تو سَم ہے ہم کو (۵۲)

''پاسخ مکتوب کے لیے کچھ کہیو مت، لیکن اگر کچھ جواب عطا کریں تو بصد عزت و اکرام لے آئیو۔'' (ص۲۹۶)

ے یہ جانتا ہوں کہ تُو اور پاسُخِ مکتوب
مگر، ستم زدہ ہوں، ذوقِ خامہ فرسا کا (۵۳)

''یا پھر سر کو زیر بار منت درباں کیے ہوئے اس کے دروازے پر پڑ رہتا۔'' (ص۲۹۸)

ے پھر ، جی میں ہے ، کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں
سر زیرِ بارِ منتِ درباں کیے ہوئے (۵۴)

''میں مان گئی کہ آپ اب بازیچۂ اطفال میں نہیں رہ گئے۔'' (ص۵۴۰)

؎ بازیچۂ اطفال ہے، دنیا، مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے (۵۵)

''آیئے آیئے، چشم ماروشن دل ماشاد۔ کیا آپ نے انھیں پہچانا؟'' (ص۵۴۶)

؎ چشمِ ما روشن! کہ اُس بے درد کا دل شاد ہے
دیدۂ پُرخوں ہمارا، ساغرِ سرشارِ دوست (۵۶)

''ہائے وہ دن اور وہ راتیں اب میں کہاں سے لاؤں۔'' (ص۵۵۷)

؎ جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت ، کہ رات دن
بیٹھے رہیں، تصورِ جاناں کیے ہوئے (۵۷)

''رنگ اور روشنی کے جھماکے اس کی آنکھوں کے آگے کوند گئے۔'' (ص۵۵۸)

''ان کی آنکھ کے سامنے وزیر خانم کا وہ پراسرار سا تبسم کوند گیا۔'' (ص۶۸۸)

؎ بجلی اک کوند گئی آنکھوں کے آگے ، تو کیا؟
بات کرتے ، کہ میں لب تشنۂ تقریر بھی تھا (۵۸)

''اب اس نے تیز بھاگنا چاہا۔ لیکن اس سے نہ بھاگا جاتا تھا اور نہ ٹھہرا جاتا تھا۔''(ص۵۹۷)

؎ ہوئے ہیں پانو ہی پہلے ، نبردِ عشق میں ، زخمی
نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے ، نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے (۵۹)

''اس خیال سے اس کا دل ڈوبا جاتا تھا کہ کہیں یہ پتہ گورِ غریباں کی صورت میں نہ ہو۔'' (ص۶۰۰)

؎ خموشی میں نہاں ، خوں گشتہ لاکھوں آرزوئیں، ہیں
چراغِ مردہ ہوں ، میں بے زباں ، گورِ غریباں کا (۶۰)

''بندی ان کے ماتم میں سحر و شام سیہ پوش ہے،ان کی یادگار کو کلیجے سے لگائے جی رہی ہے۔'' (ص۶۱۴)

؎ شمع بُجھتی ہے ، تو اُس میں سے دُھواں اُٹھتا ہے
شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا، میرے بعد (۶۱)

''اسے شعر کہنے میں مزہ آتا تھا اور شعر پڑھنے میں بھی اتنا ہی، بلکہ اس سے بھی کچھ سوا، مزہ آتا تھا۔'' (ص۶۳۵)

؎ بے طلب دیں ، تو مزہ اُس میں سِوا ملتا ہے
وہ گدا ، جس کو نہ ہو خوے سوال ، اچھا ہے (۶۲)

''ادھر اس نے بے کھٹکے ریختہ یا فارسی کے کسی مسلم الثبوت استاد کی سند پیش کی اور معترض اپنا سامنہ لے کے رہ گیا۔'' (ص ۶۳۵)

؎ آئینہ دیکھ، اپنا سا مُنہ لے کے رہ گئے
صاحب کو، دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا! (۶۳)

''یہی اعتماد، یہی تمکنت ان مرحوم کے بھی چہرے اور ہر بن مو سے ٹپکتی تھی۔'' (ص ۶۶۱)

؎ ہر بُنِ مو سے ، دمِ ذکر ، نہ ٹپکے خوناب
حمزہ کا قصہ ہوا ، عشق کا چرچا نہ ہوا (۶۴)

''اکبری خانم نے اب تک کسی اور لڑکی یا عورت کے منہ پر خودداری اور حفظ توقیر اور حجاب و پاس وضع کی ایسی ٹھنڈی پھوار برستے نہ دیکھی تھی۔'' (ص ۷۲۷)

؎ واں وہ غرورِ عزو ناز ، یاں یہ حجابِ پاسِ وضع
راہ میں ہم ملیں کہاں؟ بزم میں وہ بُلائے کیوں؟ (۶۵)

''زہے نصیب کہ سرکار کالحن داؤدی میری لئے فردوس گوش ہو۔'' (ص ۷۷۳)

؎ لطفِ خرامِ ساقی و ذوقِ صدائے چنگ
یہ جنتِ نگاہ ، وہ فردوسِ گوش ہے (۶۶)

''واقعہ کتنا ہی سخت ہو لیکن تاب لائے ہی بنتی ہے۔ (ص ۸۰۶)

؎ تاب لائے ہی بنے گی، غالبؔ
واقعہ سخت ہے، اور جان عزیز (۶۷)

مذ کور حقائق وواقعات کی روشنی میں یہ امر بہ خوبی عیاں ہو جاتا ہے کہ شمس الرحمن فاروقی نے اِس ناول کو دلآویز و دل فریب بنانے کے لیے مرزا غالبؔ کی شاعری اور شخصیت دونوں سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ یہی نہیں، بل کہ بہ طور کردار مرزا غالبؔ کی شخصیت اِس ناول میں مزید نکھر کر قاری کے سامنے آتی ہے، جس کی بہ دولت مرزا اور کلام مرزا کی ترسیل و تفہیم نئی جہات سے مدغم ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور اِس کا سہرا شمس الرحمن فاروقی کے سر ہے۔

حواشی و حوالے:

۱۔ شمس الرحمن فاروقی، کئی چاند تھے سرِآسماں، کراچی: شہر زاد، ۲۰۱۱ء، ص ۲۳۵
۲۔ ایضاً، ص ۲۳۵
۳۔ ایضاً، ص ۲۲۳
۴۔ ایضاً، ص ۲۳۹
۵۔ ایضاً، ص ۴۶۱
۶۔ ایضاً، ص ۴۶۲
۷۔ ایضاً، ص ۶۵۶
۸۔ تکرار کے نقص سے بچنے کے لیے ناول کے صفحہ نمبر اشعار کے سامنے ہی درج کر دیے گئے ہیں۔
۹۔ غالب، میر زا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: امتیاز علی خاں عرشی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۱ء، ص ۵۵
۱۰۔ عرشی نے اِس شعر کو یوں لکھا ہے:

اُس جفا مشرب پہ عاشق ہوں کہ سمجھے ہے، اسدؔ
مالِ سُنی کو مُباح اور خونِ صوفی کو حلال

غالب، میر زا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: امتیاز علی خاں عرشی، ص ۵۵
کالی داس گپتار ضانے بھی مذکورہ شعر کو عرشی کی طرح ہی نقل کیا ہے۔
غالب، میر زا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: کالی داس گپتار ضا، کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۲۰۱۲ء، ص ۱۷۶
اِسی طرح نسخۂ حمیدیہ میں بھی یہ شعر بہ اندازِ عرشی مرقوم ہے۔
غالب، میر زا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: حمید احمد خاں، پروفیسر، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء، ص ۱۳۴
۱۱۔ غالب، میر زا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: امتیاز علی خاں عرشی، ص ۲۵۵
۱۲۔ ایضاً، ص ۱۶۶
۱۳۔ اِس شعر کو عرشی نے یوں نقل کیا ہے:

ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے، اگر
موجِ ہستی کو کرے، فیضِ ہوا، موجِ شراب

غالب، میر زا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: امتیاز علی خاں عرشی، ص ۱۹۴
کالی داس گپتار ضانے بھی مذکورہ شعر کو اِسی انداز میں رقم کیا ہے۔
غالب، میر زا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: کالی داس گپتار ضا، ص ۲۸۲
غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی کی جانب شایع ہونے والے "دیوانِ غالب" میں بھی یہ شعر بہ طرزِ عرشی درج ہے۔
غالب، میر زا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۶ء، ص ۴۵
اور نسخۂ حمیدیہ میں بھی اِس شعر کو اِسی انداز میں لکھا گیا ہے۔
غالب، میر زا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: حمید احمد خاں، پروفیسر، ص ۸۵
۱۴۔ غالب، میر زا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: امتیاز علی خاں عرشی، ص ۱۹۵

نسخۂ حمیدیہ میں یہ شعر کچھ اس انداز میں موجود ہے:

ے ایک عالم میں ہے طوفانیِ کیفیتِ فصل
موجۂ سبزۂ نو خیز سے تا موجِ شراب

غالب، میرزا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: حمید احمد خاں، پروفیسر، ص۸۶

۱۵۔ یہ قطعہ نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی والی لوہارو نے اپنی بیاض (صفحہ ۴۳) پر بہ عنوان ''از مولانا غالب بہ علائی بسوے لوہارو''، نقل کیا ہے، جس کے جواب میں بہ عنوان ''جواب از مولانا علائی بحضرتِ غالب'' یہ قطعہ درج ہے:

ے خوشی ہے ہمیں آنے کی آپ کے
کہ باہم پییں بادہ اور آم کھائیں
ے سر آغازِ موسم میں کیا خوب ہے
کہ دلی سے حضرت لوہارو کو آئیں
ے عجب لطف ہے یاں کی برسات میں
کہ کیچڑ کہیں نام کو بھی نہ پائیں
ے سرولی کے وہ ڈاک پر سبز آم
وہ دلی کے انگور ہر شام آئیں
ے کریں حکم باورچیوں کو کہ ہاں
ابھی جا کے ہر چیز جلدی پکائیں
ے وہ لیں باغ سے جا کے املی کے پھول
وہ جنگل سے کڑوے کریلے منگائیں
ے وہ بے ریشہ بکری کا لحم طری
کہ کیا کیا اسے کھا کے ہم حظ اٹھائیں
ے کہیں اُن کو بے مہر و کامل، اگر
لوہارو وہ اس بات پر بھی نہ آئیں

غالب، میرزا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: امتیاز علی خاں عرشی، ص۳۵۷،۳۵۶

۱۶۔ غالب، میرزا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: امتیاز علی خاں عرشی، ص۳۵۶

۱۷۔ ایضاً، ص۳۵۷

۱۸۔ ایضاً، ص۳۵۷

۱۹۔ ایضاً، ص۳۵۷

۲۰۔ ایضاً، ص۳۵۷

۲۱۔ ایضاً، ص۳۵۷

۲۲۔ ایضاً، ص۲۳۴

۲۳۔ غالب، میرزا اسداللہ خاں، کلیاتِ غالب فارسی، (جلد سوم) مرتب: مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، سید، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء، ص۲۵۵

۲۴۔ ایضاً، ص۲۵۶

۲۵۔ ایضاً، ص۲۱۴

۲۶۔ ایضاً، ص۲۱۴

۲۷۔ ایضاً، ص۲۱۴

۲۸۔ ایضاً، ص۲۱۴

۲۹۔ ایضاً، ص۲۱۴

۳۰۔ ایضاً، ص۲۱۴

۳۱۔ ایضاً، ص۲۱۴

۳۲۔ ایضاً، ص۲۱۴

۳۳۔ ایضاً، ص۲۱۴

۳۴۔ ایضاً، ص۲۱۴

۳۵۔ ایضاً، ص۲۱۴

۳۶۔ سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی نے ''کلیاتِ غالب فارسی'' میں رباعی کے اِس شعر کو کچھ اِس انداز میں لکھا ہے:

؎ چوں دُرد تہ پیالہ باقیست ہنوز
شادم کہ بہار لالہ باقیست ہنوز

غالب، میرزا اسداللہ خاں، کلیاتِ غالب فارسی، (جلد سوم) مرتب: مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، سید، ص۳۹۲
ذیل میں درج نسخوں میں یہ شعر بہ طرزِ ''کلیاتِ غالب فارسی''، (جلد سوم) مرتب: سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی ہی درج ہے:۔
غالب، میرزا اسداللہ خاں، کلیاتِ غالب (فارسی)، لکھنؤ: مطبع نامی منشی نولکشور، ۱۹۲۴ء، ص۵۱۰
غالب، میرزا اسداللہ خاں، کلیاتِ غالب (فارسی)، لاہور: شیخ مبارک علی ناشر و تاجر کتب، ۱۹۶۵ء، ص۶۵۲

۳۷۔ غالب، میرزا اسداللہ خاں، کلیاتِ غالب فارسی، (جلد سوم) مرتب: مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، سید، ص۳۹۲

۳۸۔ سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی نے اِس شعر کو کچھ اِس انداز میں لکھا ہے:

؎ غالب ستم نگر کہ چو ولیم فریزرے
زیں ساں بچیرہ دستیِ اعدا شود ہلاک

غالب، میرزا اسداللہ خاں، کلیاتِ غالب فارسی، (جلد سوم) مرتب: مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، سید، ص۲۵۸
ذیل میں درج تمام نسخوں میں یہ شعر بہ اندازِ ''کلیاتِ غالب فارسی، (جلد سوم) مرتب: سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی ہی مرقوم ہے:۔

غالب، میرزا اسداللہ خاں، کلیاتِ غالب (فارسی)، لکھنؤ: مطبع نامی منشی نولکشور، ص ۴۴۹
غالب، میرزا اسداللہ خاں، غزلیاتِ فارسی، لاہور: مطبوعاتِ مجلسِ یادگارِ غالب پنجاب یونی ورسٹی، ۱۹۶۹ء، ص ۳۱۷
غالب، میرزا اسداللہ خاں، شرح غزلیاتِ غالب (فارسی)، مرتب: غلام مصطفی تبسم، صوفی، لاہور: پیکیجز لمیٹڈ، ۱۹۸۱ء، ص ۴۴۸
غالب، میرزا اسداللہ خاں، کلیاتِ غالب (فارسی)، لاہور: شیخ مبارک علی ناشر و تاجر کتب، ص ۵۷۰

۳۹۔ تکرار کے نقص سے بچنے کے لیے ناول کے صفحہ نمبر نثری جملوں کے سامنے ہی درج کر دیے گئے ہیں۔

۴۰۔ غالب، میرزا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: امتیاز علی خاں عرشی، ص ۱۶۲

۴۱۔ ایضاً، ص ۲۳۵

کالی داس گپتا رضا نے مذکورہ قطعے کو کچھ اِس انداز میں رقم کیا ہے۔

؎ شرم اک ادائے ناز ہے ، اپنے ہی سے سہی
ہیں کتنے بے حجاب، کہ ہیں یوں حجاب میں

غالب، میرزا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: کالی داس گپتا رضا، ص ۳۲۲
غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی کی جانب سے شائع ہونے والے دیوانِ غالب میں بھی اِس شعر کو اسی انداز میں رقم کیا ہے۔
غالب، میرزا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ص ۸۰

۴۲۔ غالب، میرزا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: امتیاز علی خاں عرشی، ص ۱۸۶

۴۳۔ ایضاً، ص ۲۰۴

۴۴۔ ایضاً، ص ۲۱۳

۴۵۔ ایضاً، ص ۲۲۰

۴۶۔ ایضاً، ص ۲۹۱

۴۷۔ ایضاً، ص ۱۸۱

۴۸۔ ایضاً، ص ۳۲۶

۴۹۔ ایضاً، ص ۲۲۷

۵۰۔ ایضاً، ص ۱۳۶

۵۱۔ ایضاً، ص ۳۰۴

۵۲۔ ایضاً، ص ۲۴۵

۵۳۔ ایضاً، ص ۱۶۸

نسخۂ حمیدیہ میں اِس شعر کو کچھ اِس انداز میں لکھا گیا ہے۔

؎ یہ جانتا ہوں کہ تُو اور جوابِ نامۂ شوق
مگر، ستم زدہ ہوں، ذوقِ خامہ فرسا کا

غالب، میرزا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: حمید احمد خاں، پروفیسر، ص ۵۷

۵۴۔ غالب، میرزا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: امتیاز علی خاں عرشی، ص ۲۹۶
نسخۂ حمیدیہ میں اِس شعر کو کچھ اِس انداز میں لکھا گیا ہے۔

ـ پھر ، دل میں ہے ، کہ در پہ کسو کے پڑے رہیں
سر زیرِ بارِ منتِ درباں کیے ہوئے

غالب، میرزا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: حمید احمد خاں، پروفیسر، ص۲۹۰

۵۵۔ غالب، میرزا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: امتیاز علی خاں عرشی، ص۳۳۲

۵۶۔ ایضاً، ص۱۹۶

۵۷۔ ایضاً، ص۲۹۶

۵۸۔ ایضاً، ص۱۸۵

۵۹۔ ایضاً، ص۲۹۴

نسخۂ حمیدیہ میں اِس شعر کو کچھ اِس انداز میں لکھا گیا ہے۔

ـ ہوئے ہیں پانو ہی پہلے ، نبردِ عشق میں ، زخمی
نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے ، نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے

غالب، میرزا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: حمید احمد خاں، پروفیسر، ص۲۸۸

۶۰۔ غالب، میرزا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب، مرتب: امتیاز علی خاں عرشی، ص۱۸۳

۶۱۔ ایضاً، ص۱۹۹

۶۲۔ ایضاً، ص۳۱۸

۶۳۔ ایضاً، ص۱۷۰

۶۴۔ ایضاً، ص۱۹۴

۶۵۔ ایضاً، ص۲۴۲

۶۶۔ ایضاً، ص۳۰۳

۶۷۔ ایضاً، ص۲۰۹